جورج اوپرایان، نے مصر اور بحر متوسط میں برطانوی فوجوں کے تحت کام کرنے والی انٹیلی جنس ایجنسی کو ایک خط بھیجا جس میں اس میٹنگ کی کارروائی اور فیصلے سے مطلع کیا گیا اور بتایا گیا کہ قاہرہ میں برطانوی سفارت خانہ اخوان المسلمون کی تحلیل کے لیے ضروری اقدامات کرے گا۔

دو ہفتے کے اندر اندر اس اجتماع کے نتائج سامنے آگئے۔ ۸دسمبر ۱۹۴۸ء کو نقراشی پاشا نے افواج کے کمانڈر کی حیثیت سے اخوان المسلمون پر پابندی لگانے اور اس کی تمام املاک، فنڈ اور ادارے قبضے میں لینے کا حکم دے دیا۔ اس نے اخوان کے اخبارات پر پابندی اور اس کے ہزاروں کارکنوں کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دیے۔

حسن البنا نے کوشش کی کہ بحران کے حل کے لیے وہ وزیراعظم سے بات کریں، کیونکہ وہ حکومت سے ٹکراؤ نہیں چاہتے تھے۔ اگرچہ اخوان المسلمون کی قوت اور جہاد فلسطین میں عملی جنگی تجربات کے بعد وہ اس قابل تھے کہ حکومت سے ٹکرا جائیں اور فتح حاصل کریں۔ مگر شیخ البنا اس حقیقت سے خوب واقف تھے کہ ایک لاکھ سے زیادہ برطانوی فوجی قنا کے صوبے میں مناسب موقع کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں اور نئے سرے سے مصر پر قبضہ کے لیے تیار ہیں، اور یوں وہ نومولود تحریک احیا کو اس کے جنم کے ساتھ ہی دفن کر دینا چاہتے ہیں۔ حسن البنا نہیں چاہتے تھے کہ یہ المیہ دوبارہ رونما ہو۔

نقراشی بہرصورت حکمران رہنا چاہتے تھے اور یہ اسی وقت ممکن تھا جب شاہ فاروق اور انگریز ان سے خوش ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اصلاح احوال کی کسی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ اخوان پر پابندی کے فیصلہ کے ۲۰ دن بعد ۲۸ دسمبر ۱۹۴۸ء کو ایک طالب علم نے نقراشی پاشا پر گولی چلادی جو اس کی موت کا باعث ہوئی۔ یہ طالب علم پولیس کی وردی میں ملبوس تھا۔

○ **۱۲ فروری ۱۹۴۹ء کا حادثہ:** نقراشی کے بعد ایک نہایت کمزور، بودے، ہر قیمت پر زندہ رہنے کے حریص شخص ابراہیم عبدالہادی کو وزیراعظم بنایا گیا۔ یہ اس سے پہلے قصر شاہی کے سیکرٹریٹ کا سربراہ تھا۔ اس نے مصر کو بغیر کسی تحقیق اور ثبوت کے فوجی عدالتی کارروائیوں اور پے در پے گرفتاریوں کی نذر کر دیا۔ اس کے دور اقتدار میں مصر نے اپنی تاریخ میں پہلی مرتبہ سیاسی

گرفتار شدگان کو اندوہ ناک اذیتیں ملتے دیکھا۔

دوسری طرف کچھ ادارے یہ چاہتے تھے کہ اخوان المسلمون کے مرشد عام سے نجات حاصل ہو جائے۔ ان میں سرفہرست خود شاہ فاروق تھا، جو اس بات کو نہیں بھلا سکا تھا کہ جنگ فلسطین میں مصر کی دو بنیادی قوتوں نے حصہ لیا تھا۔ ایک تو مصری افواج جو اپنے سپریم کمانڈ، یعنی شاہ فاروق سے احکام لیتی تھیں، اور دوسرے اخوان المسلمون کے دستے جو حسن البنا سے احکام وصول کرتے تھے۔ حسن البنا کے مجاہدین اپنی تربیت قوتِ ایمانی اور بہترین اسلحے کی وجہ سے ممتاز تھے۔ قربانی اور فداکاری کے جذبے کے لحاظ سے بھی نہایت فعال اور نمایاں تھے۔ انھوں نے کسی ایک معرکے میں بھی شکست نہیں کھائی تھی۔ چنانچہ وہ (شاہ فاروق) ان سے خوف محسوس کرنے لگا۔ خود انگریز اور صہیونی بھی ان نوجوانوں کے جذبۂ قتال کو دیکھ چکے تھے۔ سو یہ ہدف پر متفق ہو گئے اور ابراہیم عبدالہادی کی حکومت کو اکسایا کہ وہ حسن البنا کو ۱۲ فروری ۱۹۴۹ء بوقت شام آٹھ بجے قتل کر دیں۔ حملے کے بعد حسن البنا خود ٹیکسی سے اترے۔ وہ زخمی ہونے کے باوجود اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھے۔ انھوں نے جمعیت شبان المسلمین کے فون پر بے ہوش ہونے سے پہلے دو ہندسے ڈائل کیے، لیکن پورا نمبر ڈائل کرنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گئے۔ انھیں ابتدائی طبی امداد فراہم کرنے کا دعویٰ کرتے ہوئے قریبی ہسپتال اور وہاں سے قصر عینی لے جایا گیا اور وہاں انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

○ **اللہ کی رحمتیں ہوں ان پر**: اگلی صبح میں اپنے گھر کی کھڑکی میں کھڑا تھا جو سیدہ عائشہ میدان میں واقع تھا۔ یہیں سے ایک راستہ امام شافعی قبرستان کی طرف جاتا تھا۔ میں نے ایک 'میت گاڑی' دیکھی، جسے مسلح پولیس کی ایک بھاری نفری گھیرے میں لیے ہوئے تھی اور پیچھے بکتر بند گاڑیاں چل رہی تھیں۔ آگے پیچھے فوجیوں کے سوا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ کسی کو جنازے میں شرکت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ مجھے کوئی شک نہ رہا کہ اس میں شہید کا جسد خاکی جا رہا ہے۔ میں رویا نہیں، کیونکہ آنسو میری آنکھوں میں خشک ہو گئے تھے اور غم کی چادر مجھ پر تن چکی تھی، وطن عزیز کے مستقبل کے بارے میں لاحق غم کی چادر۔ میں نے دل کی گہرائی سے شہید کی روح پر فاتحہ پڑھی۔

❋❋❋

کچھ یادیں اور تاثرات

محمد عبدالحمید ○

عصرِ حاضر میں مسلمانوں کی نوجوان نسل کو امام البنا اور ان کی فکر و تحریک کے بارے میں پوری آگاہی کے ساتھ غور و خوض کرنا چاہیے، اس کے مختلف پہلوؤں پر پورے خلوص، سنجیدگی اور باریک بینی کے ساتھ نظر دوڑانی چاہیے۔ اس سے ان پر یہ حقیقت کھل کر واضح ہو جائے گی کہ کس طرح انسانوں کو راہ راست پر لاکر منظم کیا جاسکتا ہے، اور کس طرح انھیں دعوت کے کام پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ انھی کاوشوں کے نتیجے میں اب عالمِ اسلام آزادی اور عروج کے حصول کی جانب تیز رفتار پیش قدمی کر رہا ہے، بالکل اس شیر کی طرح جسے بیڑیوں میں جکڑ دیا گیا ہو، یا جیسے کسی شاہین کے پر کاٹ دیے گئے ہوں لیکن پھر بھی وہ پہاڑوں کی بلندیوں میں اپنے بسیرے کی تلاش میں پھڑ پھڑا رہا ہو۔

عالم اسلام کے ہر فرد پر واجب ہے کہ وہ ہر قسم کے لالچ، خوف، بزدلی اور مایوسی سے پاک، بیداریِ اُمت کے قائد کی یاد تازہ کریں، اس کی فکر کے اسلوب اور طریقۂ تربیت سے آگاہی حاصل کریں۔ امام شہیدؒ کو اس امت کا اصل مرض بخوبی معلوم تھا اور پھر وہ اس مرض کی دوا اور حقیقی علاج

○ اخوان المسلمون کے حلقوں میں ابوالجامعیین کے نام سے معروف تھے، چونکہ وہ یونی ورسٹی میں پڑھنے والے پہلے طالب علم تھے جو باقاعدہ جماعت الاخوان المسلمین میں شامل ہوئے۔ آپ اخوان کے 'شعبہ امورطلبہ' کے ذمہ دار رہے۔ آپ کا تعلق امام حسن البنا کے ہاتھوں تربیت پانے والی اخوان کی اوّلین نسل سے تھا، عملی زندگی میں جامعہ اُم القریٰ مکہ میں درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ ــــــ ترجمہ: محمد کاشف شیخ

سے بھی پوری طرح آشنا تھے۔ انھیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ ہونا ہی اصل مرض ہے، اور اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی اس امت کا حقیقی علاج بھی ہے۔ انھیں اس بات کا پورا پورا ادراک حاصل تھا کہ نفس انسانی میں دو اطراف سے کمزوری در آتی ہے، جس کے بعد وہ جہاد فی سبیل اللہ ترک کر بیٹھتا ہے۔ وہ دو چیزیں حرص اور خوف ہیں۔ اگر انسان کو اللہ تعالیٰ کے تنہا رازق ہونے اور اسی کی طرف سے موت کا یقین ہو جائے تو وہ کبھی حق سے جی چرائے گا اور نہ پسپائی ہی اختیار کرے گا۔

انھوں نے کیسی خوب صورتی سے اس مفہوم کو اپنے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''اے میرے بھائیو! تمھیں اس دنیا میں صرف دو باتوں کا لالچ ہوتا ہے: ایک اپنے رزق کا اور دوسرے لمبی عمر کا۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے قابو میں نہیں ہیں۔ اس لیے ان چیزوں کے لالچ میں آکر کبھی حق کا راستہ مت چھوڑو''۔

اصلاح نفس میں معرفت خداوندی اور اس کی قدر و قیمت سے متعلق ان کا ایک شان دار قول ان کی بلند فکری پر دال ہے: ''معرفت خداوندی تبدیلی کا ایک مؤثر ذریعہ ہے جو فرد اور اجتماعیت دونوں کو بدل کر رکھ دیتا ہے''۔ ان کے نزدیک اصلاح معاشرہ، نفس کی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں اور اصلاح نفس معرفت خداوندی کے ذریعے ہوتی ہے۔ گویا معرفت خداوندی ایک ایسی اساس اور کنجی ہے جس پر فرد اور اجتماعیت دونوں کے نظم کا دار و مدار ہے۔ ہم سب کے حکیم و خبیر رب نے فرمایا ہے: وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ○ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ○ (الشمس ۹۱:۷-۱۰) ''اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا' پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی' یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا''۔

امام شہیدؒ میں ایسی روحانی خصوصیات جمع ہو گئی تھیں، جو ان کے علاوہ کسی دوسری دینی یا سیاسی شخصیت یا ان کے معاصر قائدین میں نہیں ملتیں، مثلاً: فطری عظمت' روحانی بلندی' پاکیزگی نفس، روشن ضمیری، سخن دل نوازی، توانا جسم۔ آپ ایسی سحر انگیز قوتوں کے مالک تھے کہ آپ کے ساتھ کوئی ایک مرتبہ بیٹھ جاتا تو اس کا ظاہر و باطن اسلام کے رنگ میں رنگے بغیر نہ رہتا۔ ان کی روحانی شخصیت ہر شخص کو روشنی اور سربلندی کی جانب کھینچ لاتی تھی۔

داعیانہ کردار ایسا تھا کہ ہر کسی کو نیکی اور عبادت کی طرف متوجہ کرتے رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ امام شہیدؒ میں اسی بندۂ مومن کی فطرت جھلکتی ہے جس کی تعریف کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اذا رؤی ذکر اللّٰہ ، کہ اسے دیکھ کر اللہ یاد آ جاتا ہے۔ ایمان کی کیفیت جو دین کے ایک سپاہی، عام بندۂ مومن میں بڑی آسانی سے جھلکتی ہو، وہ مسلمانوں کے اس قائد میں کس قدر نمایاں طور پر دکھائی دے گی، جو نہ صرف دوسروں سے منفرد ہو بلکہ لوگوں کو بیدار کرنے والا وقت کا جلیل القدر امام بھی ہو۔

امام شہیدؒ کے اثرات ایک کھلی کتاب کی مانند ہیں، جو ان کی روحانیت کی روشن دلیل ہیں۔ وہ ایسی بے مثال شخصیت ہیں جیسے وہ ان الہامی روحوں اور پاک باز ہستیوں کی کرنوں سے مل کر بقعۂ نور بن گئے ہوں، جو اپنے چہار اطراف میں روشنی اور تروتازگی بکھیرتے ہیں۔ حسن البنا شہید آپ کے روح و قلب کو منور اور معطر کرنے والی باتیں بیان کرتے دکھائی دیتے ہیں، جنھیں دیکھ کر آپ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے بے اختیار پکار اٹھتے ہیں: مَا هٰذَا بَشَرًا ۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یوسف ۱۲:۳۱) ''کہ یہ تو کوئی مقرب فرشتہ ہے، یہ انسان تو نہیں لگتا''۔

وہ اپنی ذات میں ایک ایسا سیلِ رواں تھے جو کسی اور کا اثر قبول کیے بغیر دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہو، جو مسلسل پیش قدمی کرتا ہو، کبھی پیچھے نہ ہٹتا ہو، اس کی تیز روشنی میں ہر چمک دار چیز بھی مدھم پڑ جاتی ہو۔ وہ مثل آتش فشاں تھے جس کے آگے کوئی بند اور رکاوٹ نہ ٹھیر سکے۔ دلوں پر نرمی، آسانی اور مہربانی کے ساتھ مسلسل اثر انداز ہوتے جیسے کوئی پرسکون نالہ جو پہاڑوں اور وادیوں کے درمیان بہتا چلا جائے جس سے پورا علاقہ سرسبز و شاداب اور بارونق ہو جائے۔

ایسی عظیم شخصیات قدرت کا عطیہ ہوتی ہیں، بلند و بالا آفاقی نظریات کی حامل، جو نہ گھٹیا خصلتوں کو اپناتی ہیں، نہ خوں خوار پرندوں اور لومڑیوں کی سی عیاری سے کام لیتی ہیں۔ یہ آفاقی خوبیاں نہ علم کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہیں اور نہ تگ و دو کر کے اختیار کی جاسکتی ہیں۔ یہ تو خداداد صلاحیتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ان خوبیوں سے نوازتا ہے۔

امام شہیدؒ بھی ان پاکیزہ نفوس میں سے ایک تھے، جو ہر طرف روشنی بکھیرنے والے مستقل مزاجی سے کام کرنے والے اور ہر گام خوشبو مہکانے والے تھے۔ امام شہیدؒ کی نمایاں خصوصیات